سند پر جرح ابن القطان کا بیان ہے کہ محمد ابن عبداللہ، مجہول الحال ہے، اسی طرح مطالب ابن حجر میں مجہول ہے، گویا ابن القطان نے ابن عبدالبر کی توثیق کی طرف دھیان نہیں دیا،

حدیث یزید بن الاسود امام ترمذی نے یزید بن الاسود کی جس حدیث کی طرف[1] اشارہ کیا ہے وہ مختلف طرق[2] سے مسند امام احمد (۴/ ۱٦٠) میں موجود ہے، لیکن اس میں تقبیل کا ذکر نہیں ہے البتہ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں :-

ثم ثار الناس یأخذون بیدہ ویمسحون بہا وجوہہم" | (پھر لوگ حضور کا دست مبارک تھامنے لگے اور اس کو اپنے چہروں پر ملنے لگے)

ایک اور روایت میں اسی کے ہم معنی الفاظ ہیں، ان دو کے علاوہ روایتیں اس مضمون سے خالی ہیں ابن الاسود کی روایت صرف ان کے لڑکے جابر سے مروی ہے، پھر جابر سے یعلیٰ بن عطاء کے سوا کسی نے اس کی روایت نہیں کی، جابر کی توثیق امام نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کی ہے اسی طرح امام ترمذی نے جابر کی بعض روایات کو صحیح کہا ہے،

تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی ایسے تابعی کی توثیق کرتے ہیں جس سے صرف ایک راوی نے روایت کی اور اس کی روایت کے متعدد شواہد و متابعات موجود ہوں، لیکن ایک دو حدیثیں اگر شاہد و متابع کی وجہ سے صحت کو پہنچیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ راوی کے ملکۂ صدق و ضبط کی سند ہاتھ آگئی، اس لئے کہ جھوٹے کی روایت کبھی صحیح بھی ہو جاتی ہے اور مغفل کبھی مصیب بھی ہوتا ہے علاوہ بریں ایسے راوی کے متعلق یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی ایسی منکر روایتیں بھی ہوں جن کا علم موثق کو نہیں ہوا۔ اگر ان کا علم موثق کو ہوتا تو کبھی اس راوی کی توثیق نہ کرتا، اس قسم کی توثیق سے ایک عامی کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ جب کسی امام جرح و تعدیل نے راوی کی توثیق، اس کی بعض صحیح روایات کی بناء پر کر دی تو اس کی دوسری روایتیں جن کی اطلاع اگرچہ موثق کو نہ ہوئی ہو، صحیح و مقبول ہو گئیں

---

[1] باب قبلۃ الید والرجل ج ۲ ص ۹۰ (مجتبائی)، امام ترمذی نے صفوان بن عسال کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے وفی الباب عن یزید بن الاسود وابن عمرو وکعب بن مالک۔ [2] امام احمد نے ابن الاسود السوائی کی حدیث چار طرق سے روایت کی ہے (۱) ہشیم (۲) عبدالرحمٰن بن مہدی (۳) یزید بن ہارون (۴) محمد بن جعفر

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

امام نسائی نے مذکورۂ بالا اصول ہی کے مطابق خالد بن سمیر، رافع بن اسحٰق، زہیر بن الاقمر، اور سوید بن قیس التجیبی وغیرہ کی توثیق کی ہے،

ابن خزیمہ توثیقِ رواۃ میں امام نسائی کے قریب ہیں، لیکن بہ نسبت امام نسائی کے زیادہ وسعت سے کام لیتے ہیں ابن حبان کا دائرۂ توثیق اتنا وسیع کہ تسامح کر جاتے ہیں، امام ترمذی نے تصحیح کی جو شرط مقرر کی ہے وہ بہت خفیف ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان موثقین کی توثیق کے باوجود، ابن المدینی، محمد بن یحیٰی، ابو حاتم، امام احمد جیسے اجلۂ کبار کے نزدیک جابر بن یزید مجہول ہے،

طبقات ائمۂ توثیق | بہتیرے ایسے ائمۂ توثیق ہیں جو صرف راوی کی روایات کا اعتبار کرتے ہیں، اگر کسی راوی کی روایتیں ایسی ہیں کہ ان کی تقویت شواہد و متابعات کے ذریعہ ہو جاتی ہے تو اس کی توثیق کرتے ہیں ان موثقین کے مختلف طبقات ہیں،

اعلیٰ و احوط طبقہ ان موثقین کا ہے جو راوی کی ایک دو حدیث کی صحت پر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ اس کی متعدد روایات کے شواہد و متابعات کی تفتیش کرنے کے بعد جب راوی کا صدق و ضبط معلوم کر لیتے ہیں تو اس کی توثیق کرتے ہیں، ابوزرعہ کا شمار اسی طبقہ میں ہے۔

دوسرا طبقہ ان کا ہے جن کے نزدیک توثیقِ راوی کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ راوی کی ایک یا دو حدیث کی تقویت متابع و شاہد سے ہو جائے، اس طبقہ میں ابن معین اور امام نسائی ہیں۔

تیسرا طبقہ ان کا ہے جن کے نزدیک توثیق کے لئے متابع و شاہد کا وجود شرط نہیں بلکہ اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مخالف موجود نہ ہو، ابن خزیمہ کا شمار اسی طبقہ میں ہو سکتا ہے، ابن حبان کا تعلق بھی اسی طبقہ سے ہے لیکن وہ ابن خزیمہ سے زیادہ سہولت برتتے ہیں، عجلی اس معاملہ میں اتنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان چاروں کی روایتیں مضمون مسح الید سے خالی ہیں (۵) اسود بن عامر وابی النضر، ان دونوں کے الفاظ شارح نے نقل کئے ہیں (۶) بہز کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: فما زلت اتبعهم الناس حتى وصلت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذت بيده فوضعتها اما على جبهتي او صدري (مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۳۲)

ڈھیلے ہیں کہ بعض ایسے تابعی کی بھی توثیق کر دیتے ہیں جو عند المحدثین مطعون ہوتا ہے،

(ب) ذیل میں باب ۷۵ فضل صلۃ الرحم، کی دوسری حدیث کی تخریج ملاحظہ فرمایئے، اس کی سند یہ ہے:

"حدثنا اسمٰعیل بن ابی ادریس قال حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن محمد بن ابی عتیق عن ابن شہاب الخ"

اس حدیث کی تخریج حاکم نے مذکورۂ بالا سند اور مسند احمد کی سند "ثنا بشر بن شعیب بن ابی حمزہ حدثنی ابی عن الزہری ج ۱ ص ۱۹۴" کے ساتھ ایضاً بطریق ابی الیمان عن شعیب (مستدرک ۱۵۸/۴) کی ہے اس کی روایت معاویہ بن یحییٰ صدفی نے بھی امام زہری سے کی ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم کی کتاب میں ترجمۂ "رداد" سے ظاہر ہے اس کی روایت مسند میں مندرج ذیل سند کے ساتھ بھی ہے:

"ثنا عبدالرزاق ابنا نا معمر عن الزہری حدثنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن أن ابا الرداد اللیثی اخبرہ عن عبدالرحمٰن بن عوف" اسی طریق سے محمد بن المتوکل بن ابی السری العسقلانی اور اسحٰق دبری کی روایتیں علی الترتیب ابوداؤد اور ابوعبداللہ الحاکم (۱۵۷/۴) کے یہاں موجود ہیں، ان کے الفاظ "ان ردّاد اللیثی اخبرہ" ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں: وروی معمر ھذا الحدیث عن الزہری عن ابی سلمۃ عن رداد اللیثی عن عبدالرحمٰن بن عوف" ابن حبان ثقات التابعین میں کہتے ہیں "رداد اللیثی حفظہ معمر" ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ بعض نے "رداد" اور بعض نے ابوالرداد کہا ہے (کذا فی النسخۃ)

یہاں دو احتمالات ہیں، ایک یہ کہ معمر نے "رداد" کہا اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی لیکن مسند احمد کے راوی ابوبکر احمد القطیعی سے تخلیط واقع ہوئی یا پھر یہ ابن المذہب کی تخلیط ہے

۱؎ ملاحظہ ہو مسند مطبوعہ ۱۹۴/۱ نسخہ قلمیہ صفحہ نمبر ۱۰۰، ایضاً اتحاف المہرۃ نمبر ۲۰۵۴ (شارح) (۲) سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم ۲ طبع ثانی ۳؎ حاکم نے اس روایت کے بعد کہا ہے: ھذا ابوالرداد اللیثی الخ

جن سے قطعی سے مسند کی روایت کی ہے، غرض عبدالرزاق کی روایت میں ان ابا الرداد " ان میں سے کسی ایک کی تغلیط ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ معمر کی روایت کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو مسند میں واقع ہیں، لیکن محمد بن المتوکل وغیرہ نے جب عبدالرزاق سے سماع کیا تو انھوں نے " رداد " کہا ترمذی وابو حیان کا خیال ہے کہ یہاں پر خود معمر کو وہم ہوا ہے، بہر حال صحیح ابو الرداد ہے۔

اس کی روایت امام زہری سے سفیان بن عیینہ نے بھی کی ہے، ملاحظہ ہو مسند (ج اص ۱۹۴) اس کے الفاظ یہ ہیں: ثنا سفیان عن الزهری عن ابی سلمة قال اشتکی ابو الرداد فعاده عبد الرحمن بن عوف فقال ابو الرداد اخیرهم واوصلهم ما علمت ابا محمد فقال عبد الرحمن بن عوف الحدیث،

ابن عیینہ کی روایت ترمذی میں بطریق " ابی عمرو سعید بن عبد الرحمن قالا ثنا سفیان بن عیینہ ۔ ۔ ۔ ۔ " موجود ہے، حاکم نے مستدرک میں بطریق الحمیدی عن سفیان اور ابوداؤد نے بطریق مسدد وابی بکر بن ابی شیبة قالا ثنا سفیان ۔ ۔ ۔ ۔ تخریج کی ہے، لیکن ابوداؤد کے سیاق میں قصہ مذکور نہیں بلکہ یہ ہے: قال عن ابی سلمة عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ابن عیینة عن الزہری کی متابعت سفیان بن الحسین نے کی ہے ابن الحسین کی روایت مستدرک حاکم میں ان لفظوں میں موجود ہے: عن ابی سلمة قال عاد عبد الرحمن بن عوف ابا الرداد اللیثی فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ابن عیینة اور ابن الحسین کی روایتوں سے یہ صاف ہوگیا کہ صحیح " ابو الرداد " ہے اب اس روایت کے اتصال وانقطاع سے بحث ضروری ہے،

ابن ابی عتیق، شعیب بن ابی حمزہ، معمر، اور معاویہ بن یحیی الصدفی کی متابعت کی بنا پر یہ

ے عن الزہری عن ابی سلمة قال اشتکی ابو الدرداء فعادہ عبد الرحمن بن عوف الخ ترمذی ۲/ ۱۳/ طبع ہند، ترمذی کے ہندی نسخوں میں بجائے ابو الرداد کے ابو الدرداء لکھا ہے، یہ خطا طبعی ہے

حدیث متصل السند ہوگی اس طرح کہ ابو سلمہ نے ابوالرداد سے سماع کیا اور ابوالرداد نے عبدالرحمٰن بن عوف سے مرفوعاً روایت کی۔

ابن عیینہ اور سفیان بن الحسین کی روایات کی بنا پر منقطع السند ہوگی، اس لئے کہ ابو سلمہ جس واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں اس کا تعلق عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوالرداد سے ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات ابو سلمہ کی صغر سنی میں ہوئی لہٰذا براہ راست حضرت عبدالرحمٰن سے ابو سلمہ کی روایت ثابت نہیں ہوتی اسی طرح ابو داؤد کی روایت میں بھی انقطاع ہے،

یہاں پر ایک امر قابل توجہ یہ ہے کہ امام ترمذی سفیان بن عیینہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وروى معمر هذا الحديث عن الزهري عن ابي سلمة عن الرداد الليثي عن عبد الرحمن ومعمر كذا يقول، قال محمد (البخاري) وحديث معمر خطأ"	"معمر نے اس حدیث کی روایت بطریق زہری عن ابی سلمۃ عن رداد اللیثی عن عبدالرحمٰن کی ہے اور معمر اسی طرح کہتے ہیں، محمد (بخاری) کا بیان ہے کہ معمر کی حدیث صحیح نہیں"

اس عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ منشاء خطاء دونوں باتیں ہیں یعنی رداد کہنا اور وصل سند، یا امام بخاری کا اشارہ صرف اس طرف ہے کہ "رداد کہنا صحیح نہیں"، تہذیب میں حافظ ابن حجر، ترمذی کے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو حاتم رازی کا بھی یہی قول ہے کہ معروف "ابو سلمۃ عن عبدالرحمٰن" ہے، "ابوالرداد" کا ذکر تعدد میں ضرور ہے، اس سے پہلے ابن حجر نے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے کہ:

"وما احسب معمرا حفظه روى خلف اصحاب الزهري عن ابي سلمة عن عبد الرحمن بن عوف"	"شاید معمر اس حدیث کو محفوظ نہ رکھ سکے اس کی روایت اصحاب زہری، بطریق ابی سلمہ عن عبدالرحمٰن کرتے ہیں۔"

۱؎ ترمذی نے حدیث ابن عیینہ کو صحیح کہا ہے لیکن انقطاع کی بنا پر منذری نے ترمذی کی تصحیح کے متعلق کہا ہے "فیہ نظر" (عون المعبود ۲/۶۰)

پھر حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ شعیب بن ابی حمزہ کی روایت سے روایت معمر کو تقویت ہوتی ہے لیکن معمر کا "رواد" کہنا خطا ہے۔

ابن حبان نے زہری کے جن اصحاب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے ابن عیینہ اور سفیان بن الحسین کی روایتیں تو ہم پاسکے، ان دونوں کے ماسوا اصحاب زہری میں سے کسی اور کی روایت نہیں ملی، مستدرک حاکم میں بھی صرف ان دونوں کی روایتیں ہیں، حالانکہ حاکم ہر باب کی روایات بالاستیعاب ذکر کرنے کے خوگر ہیں، غرض معمر کے خلاف صرف دو راوی ہیں جن میں سے ابن عیینہ روایات زہری میں معمر کے ہم مرتبہ ہیں، ابن معین کے نزدیک معمر اثبت فی الزہری ہیں اگرچہ یحییٰ القطان کے نزدیک ابن عیینہ "احب" ہیں

علاوہ ازیں معمر کے متابع تین ہیں، شعیب جو اثبت الناس فی الزہری ہیں، محمد بن ابی عتیق جن کے متعلق محمد بن یحییٰ جیسے "اعلم الناس بحدیث الزہری" کی شہادت ہے کہ وہ "حسن الحدیث عن الزہری" ہیں، تیسرے متابع معاویہ بن یحییٰ الصدفی ہیں، یہ ضعیف ہیں البتہ ان کی وہ روایتیں جن کے راوی ہقل[1] ہیں قابل قبول ہیں لیکن اس حدیث کے متعلق خبر نہیں کہ ہقل کی روایت ہے یا کسی اور کی،

سفیان بن عیینہ کے متابع صرف سفیان بن حسین ہیں جو "ضعیف فی الزہری" ہیں، معمر اور ان کے متابعین کی روایتیں اگرچہ قوی و ثابت ہیں تاہم سفیان بن عیینہ کی طرف خطا کی نسبت نہیں کی جا سکتی ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابو سلمہ نے کبھی تو صرف حدیث کو بیان کیا اور کبھی قصہ کی توضیح بھی کر دی لہذا زہری کی روایت میں کبھی قصہ بھی موجود ہے اور کبھی صرف حدیث ہے،

خلاصۃ المقال یہ کہ معمر کو خطا وار ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے، اگرچہ اس قصہ کی وجہ سے پیچیدگیاں بڑھ گئی ہیں لیکن صرف قصہ کی بنا پر معمر اور ان کے متابعین کو خطا وار نہیں کہہ سکتے

[1] ہقل (بالکسر) ابن زیاد بن عبید اللہ السکسکی، ہقل لقب نام محمد یا عبد اللہ ہے حفاظ متقنین میں سے ہیں ۱۷۹ھ ان کا سنۂ تاریخ وفات ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اس روایت میں سفیان بن الحسین کو وہم ہو گیا ہے کہ انفرادی ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف منکر ہے۔ (تنقیح الفہوم ص ۳۱۲)

ج) آئندہ سطروں میں باب حسن الملک کی حدیث کی تصحیح و شرح نظر نواز ہے۔

[illegible]

حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا عمر بن الفضل قال حدثنا نعیم بن یزید قال حدثنا علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما ثقل قال یا علی ائتنی بطبق اکتب فیہ مالا تضل امتی بعدہ فخشیت ان تفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ من ذراعی الصحیفۃ وکان رأسہ بین ذراعی وعضدی یوصی بالصلوۃ والزکاۃ وما ملکت ایمانکم وقال کذ ان حتی فاضت نفسہ وامرہ بشھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ من شھد بھما حرم علی النار

یہ واقعہ الگ تھلگ ہے: اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ حضرت ابن عباسؓ کے ذکر کردہ واقعہ یوم الخمیس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے حسب ذیل وجوہ کی بنا پر۔

(الف) واقعہ یوم الخمیس میں حضور اکرم روحی فداہ کا خطاب صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ہے اور اس واقعہ میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو خطاب ہے، (ب) یوم الخمیس کے قصہ میں صحابہ کرام کا تنازع مذکور ہے اس واقعہ میں اس کا ذکر نہیں، (ج) اس واقعہ میں صحابہ کو تین باتوں کی وصیت ہے، ان میں صرف دو باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ اس واقعہ میں ان باتوں میں سے ایک بھی مذکور نہیں بلکہ یہاں دوسری باتوں کی وصیت ہے۔ (د) وہ واقعہ وفات سے چند روز پیشتر یوم پنجشنبہ کا ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں جو واقعہ ہے وہ عین وصال کے وقت کا ہے چنانچہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف

لہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین کتابہ۔ البخاری ج ۱ ص ۲۲ (باب کتابۃ العلم) ایضاً ۲/۸۴۶ (باب قول المریض قوموا عنی)

فرماتے ہیں: "فخشیت ان یسبقنی .... وقال کذالک حتی قامت نفسہ" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہی باتیں ہوں گی جن کو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرنا چاہتے تھے

تصحیح متن: اس حدیث کی متن غور طلب ہے چنانچہ عبارت "انی لاحفظہ و کان راسہ بین ذراعہ وعضدی" میں شاید ناسخین نے تغلیط کر دی ہے، اصل عبارت یوں ہوگی "انی لاحفظہ وکان راسہ بین ذراعہ وعضدی" حاشیہ الاصل میں لفظ "احفظہ" کا مطلب "کی تفسیر ہوگی" اسی طرح لفظ "ذراعی" "ذراعہ" کے عوض دوسرا نسخہ ہوگا لیکن ناسخ نے دونوں نسخوں کو عبارت کا جزو سمجھ کر خلط کر دیا اور اس طرح اصل عبارت مسخ ہوگئی، تصحیح میں مسند امام احمد کے ان لفظوں سے بھی مدد ملتی ہے: "فخشیت ان تقوتی نفسہ، قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلاۃ"

امر ارشادی: فرمان نبوی "ائتونی بکتاب" کا مطلب صرف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اپنے خلفاء کی تصریح یا دین کے ضروری احکام لکھانا چاہتے تھے بہر حال یہ امر ارشادی تھا حکم نہ تھا اس لئے کہ اگر امر وجوبی تھا تو معاذ اللہ حضرت عمرؓ سے خلاف امر نبوی کرنے کی توقع کیسے ہو سکتی ہے یا ان کے منع کرنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں سکوت فرماتے علاوہ بریں یہ کہ اس واقعہ کے بعد بھی چند دنوں تک آپ بقید حیات رہے پس اگر کسی مصلحت کی بنا پر لکھنا ضروری ہوتا تو آپ ضرور ضرور لکھا دیتے کیونکہ ان ضروری ہدایات کی تحریر تفصیل سے پہلے آپ کی وفات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے جن کے بغیر دین کا نظام ناتمام و ناکمل نہ ہو جائے جبکہ آپ پر نبوت ختم تھی لہٰذا ظاہر ہے کہ عدم کتابت ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلحت نظر آئی یا آپ کو خود یہ بھی معلوم ہوا کہ لکھنا کچھ ضروری نہیں، چنانچہ آپ کے قول "یأبی اللہ والمومنون الا ابابکر" سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے رہے احکام تو ان کے لیے استنباط و اجتہاد کا دروازہ شارع علیہ السلام نے کھلا رکھا ہی ہے۔

بعضوں کا خیال ہے کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا تحریری حکم نامہ چھوڑ جانا چاہتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلاف کرنے

اور ضعف مرض کے باعث صرف استخلاف فی الصلوٰۃ پر اکتفا فرمایا کہ یہی امامت کبریٰ کی روح اور اصلی جوہر ہے،

وصیت امام قرطبی کا بیان ہے کہ اہل تشیع نے بہتیری احادیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ شریف کے وصی الرسول ہونے کی گھڑلی تھی لیکن خود صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین نے ان کی تردید کی چنانچہ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجلس میں یہ ذکر آیا تو آپ فرمائیں:

متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ	"پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کب ان کے متعلق وصیت
الی صدری فدعا بالطست[1] فلقد	فرمائی؟ حالانکہ میں اپنے سینہ سے آپ کو لگائے تھی
انخنث فی حجری فما شعرت	کہ آپ نے طشت طلب کیا اسی اثنا میں جسد مبارک
انہ قد مات فمتی اوصی الیہ"	میری گود میں آ رہا اور میں یہ نہ سمجھی کہ آپ جاں بحق ہو چکے
	پھر کب آپ نے ان کو وصی بنایا۔"[2]

خود حضرت علی نے اپنے وصی ہونے کا دعویٰ نہ تو زمانۂ خلافت سے پہلے اور نہ خلافت ہی کے زمانہ میں کیا، اسی طرح سقیفہ بنی ساعدۃ میں جبکہ صحابہ کرام کا اہم اجتماع ہوا تھا تو اس وقت بھی کسی صحابی نے حضرت علی کے وصی ہونے کا ذکر نہ کیا،

ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے بسند قوی حضرت ابن عباس سے ارقم بن شرحبیل کی یہ روایت نقل کی ہے۔

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا اور آپ
ولم یوص	نے وصیت نہ کی

حضرت عمرؓ کی روایت "الوفاۃ النبویہ" میں ہے کہ:

---

[1] کان مسندھا الی صدرھا فی مسند البزار (شارحہ)، [2] بخاری (کتاب الوصایا)، ۱/ ۳۸۲ مجتبائی، [3] طست طلب کرنے کی حکایت ترمذی کی اس روایت سے واضح ہو جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: فدعا بالطست لیبول فیہ ثم بال فمات صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل باب ما جاء فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۲۸، مجتبائی)

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یستخلف۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہ کیا۔

بطریق اسود بن قیس عن عمرو بن ابی سفیان عن علی امام احمد اور بیہقی نے "الدلائل" میں تخریج کی ہے کہ حضرت علی جنگ جمل میں نمودار ہوئے تو آپ نے فرمایا :

"یا ایھا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعھد الینا فی ھذہ الامارۃ شیئا۔" — "اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس "امارت" کے بارے میں کسی قسم کا عہد نہیں لیا۔

وصیت غیر متعلق خلافت کے ماسوا دیگر امور کی وصیت روایات و سنن میں ثابت ہے، ان میں سے بعض کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

امام احمد، ہناد بن السری (فی الزہد) ابن سعد (طبقات) اور ابن خزیمہ نے انفاق الذہبیۃ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں

"ابعثی بھا الی علی بن ابی طالب لیتصدق بھا" — اس کو علی بن ابی طالب کے پاس بھیج دو کہ وہ تصدق کر دیں"

وصیت کی ایک اور روایت مندرجہ ذیل ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین باتوں کی وصیت فرمائی (۱) دارمیین، رہاویین، اشعریین میں سے ہر ایک کو .... سو وسق خیبر کے دیے جائیں (۲) جزیرۃ العرب میں دو دین باقی نہ رکھے جائیں۔" (۳) اسامہ اپنی مہم پر بھیجے جائیں"

مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے تین باتوں کی وصیت کی ایک یہ کہ "وفود" کو اسی طرح جوائز دیئے جائیں جس طرح میں دیتا تھا۔ عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور نے کتاب اللہ کی

وصیت فرمائی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:-

"وفات کے وقت آنحضرت صلعم کی عام وصیت نماز اور "ملک یمین" کی تھی، حضرت انسؓ کا بیان ہے: کہ حضور اکرم نے اس حال میں کہ زبان مبارک سے کوئی کلمہ مشکل سے نکل پاتا تھا، مجھے نماز اور "ملک یمین" کی وصیت فرمائی (اسی روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ) الفاظ سینۂ اقدس میں گھومتے تھے لیکن زبان مبارک ان کو ادا نہ کر پاتی تھی"

مذکورۂ بالا حدیث پر حضرت علیؓ کی وہ روایت شاہد ہے جس کی تخریج ابو داؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے، امام احمد و امام بخاری سے اس کتاب میں حضرت علیؓ کی روایت بطریق نعیم بن یزید بیان کی ہے، نعیم کی روایت میں "زکوٰۃ" کا لفظ زاید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے مرض الموت میں فتنوں سے ڈرایا، اور لزوم جماعت وطاعت کی تاکید فرمائی، علاء بن عبد الرحمٰن مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات صلعم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھو، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں حضور اکرم سے یہ درخواست کی کہ وصیت فرمائیں، تو حضور نے فرمایا: اوصیکم بالسابقین الاولین من المھاجرین وابنائھم بعدھم

"میں تم لوگوں کو مہاجرین سابقین اولین اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے

اذا انا مت فاغسلونی بسبع قرب من بئر غرس وکان یقباء وکان یشرب منھا

میں جب مرجاؤں بئر غرس کے سات مشک پانی سے مجھ کو غسل دو، یہ کنواں قباء میں تھا اسی کا پانی پیا جاتا تھا۔

مسند بزار اور مستدرک حاکم میں آنحضرت کی یہ وصیت بہ سند ضعیف منقول ہے کہ آپ کے جنازہ کی نماز بغیر امام کے "ارسالاً" پڑھی جائے (فتح کتاب الوصایا، جلد ۵ صفحہ ۲۹۵ میں یہ بھی ہے کہ:

ن عن طلحۃ بن مصرف قال قلت لابن ابی اوفی، اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال لا، قلت وکیف کتبت الوصیۃ وکیف امر الناس قال اوصی بکتاب اللہ، (حدیث صحیح حسن، ترمذی باب ماجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوص، ۲/۳۲ مجتبائی)

"لا تجعل قبری وثناً" میری قبر کو بت کی طرح پوجا شروع نہ کردو"

روایتوں میں آتا ہے کہ (وفات کے وقت) آپ نے مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الآیۃ تلاوت کی، امام احمد کی تخریج میں مع الرفیق الاعلیٰ مع الذین انعم اللہ علیہم الآیہ ہے ایک روایت میں اس طرح ہے:

اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ — اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، اور رفیق اعلیٰ سے مجھے ملا"

حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات "جلال ربی الرفیع" تھے

دفع تعارض — صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت ہے

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر اچھی طرح مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھی تھی آپ نے فارغ ہوتے ہی ہاتھ یا انگشت مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا "فی الرفیق الاعلیٰ" پھر قضا کر گئے، حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ جس وقت آپ کا وصال ہوا، سر اقدس میرے "حاقنہ" اور "ذاقنہ" کے درمیان تھا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض کے مذکورۂ بالا بیان کو حاکم اور ابن سعد کی تخریج کردہ حدیث کہ آنحضرت سیدنا علی بن ابی طالب کی گود میں واصل بحق ہوئے، سے تعارض ہے لیکن اس حدیث کے تمام طرق میں شیعی راوی موجود ہے لہذا یہ حدیث قابل التفات نہیں ہے، حافظ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو صحیح ماننے پر بھی تعارض ختم نہیں ہو سکتا ہے، اس خیال کی بنا پر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اخیر لمحہ تک آنحضرت کے پاس رہے یہاں تک کہ آپ وصال ہو گیا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر اقدس کو اپنے سینہ سے لگائے رکھا

ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے تخریج کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رض کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے یہ پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات کیا تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علی سے پوچھو کعب نے حضرت علی سے دریافت کیا

تو آپ نے فرمایا:

اسندتہ الی صدری فوضع	میں نے آنحضرت کو سہارا دیا اپنے سینہ سے
رأسہ علی منکبی فقال الصلاۃ	تو آپ نے اپنا سر میرے مونڈھے پر رکھا پھر
الصلاۃ،	فرمایا نماز، نماز"

امید کہ اقتباسات باوجو اصل کتاب کے مختلف مباحث کے ترجمہ یا خلاصہ کی صورت میں پیش کئے گئے، شرح کے قیمتی مضامین اور شارح کی علمی وفنی تحقیقات اور ذہنی رجحانات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کر دینے کے لئے کافی ہوں گے والخفنۃ تدل علی البید الکبیر۔

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں، کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بیش بہا تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی یہ عظیم المرتبت تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمد للہ کہ۔ سالہا سال کی عرق ریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو کاغذ دیگر سامان طباعت وکتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں۔

ہدیہ فی جلد جلد اول تقطیع ۲۲×۲۹ سات روپے، جلد ثانی سات روپے، جلد خامس سات روپے، جلد ششم آٹھ روپے، جلد ثالث ورابع زیر کتابت ہیں۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

ادبیات

نغمۂ فطرت

(جناب الم مظفرنگری)

میں حسنِ ازل کا جلوہ ہوں ہر جلوے میں پوشیدہ ہوں
بیدار شبابِ گل میں بھی اور تاروں میں خوابیدہ ہوں

میں بن کے ہنسی آجاتی ہوں پھولوں کے لبوں پر وقتِ سحر
اک جوشِ تکلم ہوتی ہوں خاموش فضاؤں کے اندر

کلیوں کی صبوحی میں رکھتی ہوں بادۂ رنگیں پوشیدہ
پھولوں کی رگوں میں دوڑاتی ہوں برقِ جمالِ نادیدہ

رقصاں ہوں بگولے جنگل میں یا شمع پہ لرزاں پروانے
میرے ہی اشارے ہیں مخفی یہ دشت و چمن کے ہنگامے

طوفانِ حوادث کی موجوں میں راہ نما بن جاتی ہوں
ہر ڈوبنے والی کشتی کو ساحل کی راہ دکھاتی ہوں

میں رازِ بقائے ہستی ہوں احکامِ فنا کے دامن میں
ذروں سے اگاتی ہوں لالے صحرا کو سجا کے گلشن میں

یہ پھولوں کے برگِ لرزاں کچھ ٹکڑے ہیں بیابانوں کے
کچھ آنسو شمعِ محفل کے کچھ داغ جگر پروانوں کے